© rasailojaraid.com

عہدِ مغلیہ یورپی سیّاحوں کی نظر میں

پروفیسر محمد عمر، شعبۂ تاریخ، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ قسط نمبر ۸

ناگور میں برہما کا مندر:

ناگور میں برہما نامی ایک مندر تھا، جس میں سنگ مرمر کی بہت سی مورتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ سب سے بڑی اور ان میں مخصوص سب کی سب مورتیاں مندر کے وسط میں کھڑی تھیں۔ سب سے بڑے بت کے بہت سے ہاتھ اور چہرے تھے۔ یہ بت برہنہ تھا، اس کی بہت لمبی داڑھی اور بہت بڑا پیٹ تھا۔

اس کے قدموں پر دوسرے دو مردانہ شکلوں کے "پتھر کے بت" دیکھے جا سکتے تھے۔ مخصوص بت کے دونوں پہلوؤں میں ایک زنانہ مورتی رکھی ہوئی تھی جس کی اونچائی کم تھی مندر کے بائیں سمت دوسرے دو "بہت بڑے بت رکھے ہوئے تھے"۔

وہ بت برہنہ تھے اور ان کے داڑھیاں تھیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ مذہبی پیشوا تھے۔

عورتوں کے جلانے کا طریقہ:

بیسٹرآ نے کمبیات میں ایک عورت کے جلائے جانے کا منظر دیکھا تھا۔ وہ لوگ اس میت کو سُرخ رنگ کے چھینٹ کے کپڑے میں لپیٹ کر لے گئے تھے۔ میت کو "ارتھی" میں رکھ کر نہیں لے جایا گیا تھا بلکہ اُسے باندھ کر اور ایک بَلّی میں ایک بورے کی طرح اٹکا کر دو آدمی اپنے کندھوں پر لے گئے تھے۔ ایک چارپائی کی ساخت کی چتا تیار کی گئی تھی۔ آہ و بکا کرتے ہوئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان لوگوں نے اس میت کو چتا پر برہنہ اور چت لٹادیا تھا۔ اس کا چہرہ اور پیر سمندر کی جانب تھے۔ اگر نزدیک وہاں سمندر نہ ہوتا تو وہ لوگ چہرے اور پیروں کو کسی جھیل یا ندی کی طرف کردیتے۔ ان لوگوں نے اس کے سر اور پیروں میں تیل لگایا اور بعد میں اس کی "اندام نہانی" کو لکڑی سے چھپادیا۔" آگ کا ایک انگارہ" اس کے منہ میں رکھ دیا گیا اور ساری چتا میں آگ لگادی گئی۔ سب سے پہلے اس کے گلے میں آگ لگاتے ہوئے وہ لوگ" اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیتے"۔ جب میت پوری طرح سے جل جاتی تو وہاں کچھ راکھ اور ہڈیاں چھوڑ دی جاتیں اور اس کا کفن کسی غریب کو دیدیتے۔

دولتمند لوگ اپنی میت کو" قیمتی اور خوشبو دار (صندل) کی لکڑی سے جلاتے تھے دو سال سے کم عمر کے بچوں کو جلانے کے بجائے دفن کردیا جاتا تھا۔

ستی:

پیٹرآنے لکھا ہے کہ ان کے شوہروں کے مرجانے پران بیواؤں کو اس بات کی آزادی ہوتی تھی کہ آیا وہ اپنے شوہروں کے ساتھ جلنا چاہتی تھیں یا نہیں۔ اور" فی الواقع بہت کم عورتیں جلنا پسند کرتی تھیں"۔" کم سے کم ایسے ملکوں میں جہاں مسلمانوں کی حکومت تھی"۔ کسی عورت کو اس علاقے کے گورنر کی اجازت کے بنا جلنا نہیں پڑتا تھا۔ اس کا یہ فرض تھا کہ وہ اس بات کی تصدیق کرے کہ آیا وہ عورت جلنا چاہتی ہے یا نہیں، اور اجازت حاصل کرنے کے لئے بڑی ایک رقم ادا کرنی پڑتی تھی"۔ پیٹرآ اس رسم کا ذکر تو کرتا ہے لیکن اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اس نے اس رسم پر عمل ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

کمبیات میں ایک پیر کی درگاہ:

جھیل کے قریب ایک پیر کی درگاہ تھی جہاں ہر طبقے کے لوگ ہندو اور مسلمان دونوں جمع ہوتے تھے۔ درگاہ کے دروازوں کے سامنے کی گلیوں میں زمین پر بیٹھ کر لوگ بھیک مانگتے تھے۔ بعض زائرین انھیں چاول اور دوسرے اناج دیتے تھے لیکن کوئی پیسے نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیتا تھا۔ بڑی تعداد میں لوگ وہاں جمع ہوتے تھے بالخصوص عورتیں۔ اس پیر کی "حرم نما سنگ مرمر" کی قبر تھی" جو لوگ اندر جاتے تھے، وہ وہاں چاول اور پھول چڑھاتے تھے، راستے میں زائرینوں کو پھول بیچنے کے لئے پھول والے بیٹھتے تھے۔

ہولی کا جشن :

۵ مارچ ۱۶۲۳ء کو پیٹر نے سورت میں ہولی کا جشن دیکھا تھا اس نے لکھا ہے کہ بہار کی آمد کے وقت یہ تہوار منایا جاتا تھا۔ گلیوں میں لوگ ناچتے تھے "تفریحاً اور بطور مذاق" دوسروں کے اوپر سُرخ اور نارنجی رنگ ڈالتے تھے۔

فرانسسکو پلسیرٹ
(۱۶۲۰ء تا ۱۶۲۷ء)

سوانح عمری : اس کی کتاب ریمونس ٹرانٹی (REN ON STRANTI) کے مدیّن نے اس کی ابتدائی زندگی کے بارے میں مواد فراہم نہیں کیا ہے۔ اس کی ترقی کی داستان کا آغاز ۱۶۱۸ء سے ہوتا ہے جب وہ ڈچ کمپنی کے تجارتی شعبے میں ملازمت کے سلسلے میں مشرق کے لئے بحری جہاز پر روانہ ہوا۔ جونیر فیکٹر کی حیثیت سے اسے دوبارہ ۱۶۲۰ء میں ملازم رکھا گیا۔ اور ہندوستان بھیجا گیا۔ مسولی پٹم سے وہ بری راستے سے سورت پہونچا۔ اس کے بعد اُسے آگرہ میں تعینات کیا گیا اور وہ وہاں ۱۶۲۷ء تک رہا۔ بالآخر اس نے سینیر فیکٹر کے عہدے تک ترقی کی۔

۱۶۲۸ء میں وہ ہالینڈ پہونچا جہاں اس کا قیام زیادہ دنوں تک نہیں رہا۔ اُسے دوبارہ ملازم رکھا گیا اور بٹاویا نامی بحری جہاز کے افسر اعلیٰ کی حیثیت سے اسے جاوا بھیجا گیا (اکتوبر میں) یہ بحری سفر ناکام ثابت ہوا۔ بٹاویا جہاز اپنے راستے سے بہک کر جنوب کی طرف بہت دور تک چلا گیا۔ اسٹریلیا کے قریب ایک جزیرے سے ٹکرا کر چور چور ہو گیا۔ لیکن پلسیرٹ نے ہمت نہیں ہاری۔ ایک کشتی پر سوار ہو کر اس نے جانبازانہ طریقے پر جاوا کا سفر اختیار کیا اور سلامت بٹاویا پہونچ گیا۔ جہاں بحری جہاز چور چور ہوا تھا وہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ مدد کے لئے بڑی ایک کشتی لے کر پہونچا۔ ولندیزیوں اکی عدم موجودگی میں جہاز راں کی بغاوت برپا کردی تھی۔ اس نے انھیں سخت سزا دی۔ ۱۶۲۹ء میں وہ بٹاویا واپس آیا۔ اس کی قابلِ تحسین خدمات کے بدلے میں اسے کونسل آف انڈیا کے رکنِ خصوصی کی حیثیت سے منتخب کیا گیا۔ پُر خطر زندگی اور اُن سیاحتوں کی وجہ سے، جن میں اُسے سخت تکالیف برداشت کرنی پڑی تھیں، اس کی صحت خراب ہوگئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے نئے تقرر سے لطف اندوز ہو سکتا، بٹاویا میں دسمبر ۱۶۳۱ء کو اس کا انتقال ہو گیا۔ ولندیزی فیکٹری کے اعلیٰ افسر کی حیثیت سے تقریباً سات سال اس کا آگرہ میں قیام رہا۔ سوالی ہٹم سے سورت اور وہاں سے برہانپور ہوتے ہوئے آگرہ تک اس نے بری راستے سے سفر کیا۔ تجارتی کاموں کی وجہ سے اسے کشمیر بھی جانا پڑا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مغلیہ دار الخلافہ کے مشرقی سمت واقع علاقوں میں اس نے پریاگ سے آگے سفر نہ کیا تھا۔

"اس سیاحت نامہ کی اہمیت اس میں بیان کردہ حقائق سے معلوم ہوتی ہے۔ رہنماؤں کی چھوٹی ایک جماعت کے ساتھ وہ آگرہ گیا تھا۔ جب وہ آگرہ سے واپس لوٹا تو اس وقت ولندیزیوں نے نیل کے بازار میں ممتاز حیثیت حاصل کر لی تھی حالانکہ مالی معاملات میں اب بھی ایسی مشکلات تھیں جنہیں عبور کرنا تھا۔ حالانکہ وہ کامیاب اور کارگذار ایک گماشتہ تھا لیکن اس کا کردار بے عیب نہ تھا۔ آگرہ میں واقع ولندیزی فیکٹری کے معاملات میں ہونے والی بدعنوانیوں کا اسے بڑی حد تک ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا تھا۔

غالباً ۱۶۲۶ء میں اس نے ریمونسٹرانٹی نامی اپنی کتاب لکھی تھی حالانکہ اس میں اس کی کمپنی کے تجارتی کاروبار کے بارے میں زیادہ مواد ملتا ہے تاہم اس عہد کی سماجی اور اقتصادی زندگی کے بارے میں اس سے بڑی روشنی پڑتی ہے۔

مورلینڈ نے ریمونسٹرانٹی کا اطالوی زبان سے انگریزی ترجمہ کر کے ۱۹۲۵ء میں کیمبرج سے شائع کیا۔

(۱) شہر، صنعتیں اور تجارت وغیرہ

سورت: اپنے جائے وقوع کی وجہ سے مغلیہ سلطنت کی یہ مخصوص بندرگاہ تھی۔ ندی سے سات کوس یا ہالنڈی تقریباً ۳ کوس کی دوری پر اوپری سمت میں یہ شہر واقع تھا۔ درآمدی اور برآمدی تمام چیزیں کشتیوں کے ذریعہ جہازوں سے اتاری اور لادی جاتی تھیں۔ یہ شہر "بہت خوبصورت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنا ہوا تھا اور ہالنڈی دو میل کے قطر میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کے چاروں طرف کوئی فصیل نہیں تھی۔ اس کے ارد گرد خندقیں کھدی ہوئی تھیں۔ زمین کے سمت اس کے چار دروازے تھے۔

پانی کی سمت "سفید مونگے کی چٹان کا بنا ہوا ایک قلعہ تھا جو گھیر میں چھوٹا لیکن اس میں بندوقوں اور اسلحات کا اچھا خاصا ذخیرہ تھا۔ قلعے کے اندر چاروں طرف بنی ہوئی اونچی ایک دیوار کے اوپر چبوترے بناکر اسے اور زیادہ مضبوط کر دیا گیا تھا۔ تختوں اور بلیّوں سے اسے پاٹ دیا گیا تھا۔ اوپری قطار میں تقریباً تیس بندوقیں رکھی ہوئی تھیں۔

اس نے یہ لکھا ہے "اس سے پہلے جب انگریزوں کو بحری ساحل کے بارے میں کوئی علم نہ تھا، مسلمان سورت میں وسیع پیمانے پر تجارت کیا کرتے تھے۔ لیکن اب وہ تجارت بہت کم ہو گئی ہے کیونکہ وہ تمام مخصوص سمندری بندرگاہیں برباد ہو چکی ہیں جہاں کچھ دنوں پہلے اعلیٰ پیمانے پر تجارت ہوتی تھی۔ ان بندرگاہوں کے برباد ہونے کی وجہ بعض جنگیں اور بعض دوسرے عوامل تھے۔ چاہے وہ لوگ کسی ملک سے کیوں نہ آئے ہوں، تمام تاجر سخت شکایت کرتے تھے۔ پرتگالی، مسلمان، ہندو سب ہی اس صورت حال کے پیدا ہونے کے بارے میں انگریزوں اور ہمیں ملزم قرار دینے میں متفق ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہم لوگ سمندر اور ان کے سرمایے کے دشمن ہیں۔ اگر ہم ان میں کسی قسم کی خامیاں دیکھتے ہیں اور ان پر الزام لگاتے ہیں یا انھیں دھمکاتے ہیں تو مشہور بڑے تاجر ہم سے یہ کہتے ہیں کہ ان کی یہ دلی خواہش تھی کہ ہم لوگ اُن کے ملک میں کبھی نہ آئے ہوتے"۔

بعض تاجروں کے پاس اپنے "توریس" (چھوٹے بحری جہاز) تھے۔ پرتگالی جنگی جہازوں کے حملے سے بچنے کے لئے وہ ان بحری جہازوں کو ولندیزی جہازوں کے ساتھ ان میں چاول، روئی اور ادنیٰ قسم کی چیزیں لاد کر بھیجتے ہیں"۔

ہر قسم کی چیزوں کے درآمد اور برآمد کے موقع پر ۲½ فیصدی کے حساب سے محصول لگایا جاتا تھا۔ اور سونے اور چاندی پر ۲ فیصد۔ جس زمانے میں پلسیرٹ اپنے مشاہدات قلم بند کر رہا تھا اُس زمانے میں بادشاہ کی طرف سے محصول وصول کرنے کی خدمت جہانگیر قلی خاں انجام دے رہا تھا۔

سوہلی "آگے مشرقی سمت" ۲ یا ۳ کوس کی دوری پر واقع تھا۔ جہاں ریتیلا ایک کنارہ تھا جو پچھلے پانی کی طرف کھلا ہوا تھا اور مدّ وجزر کے موقع پر پناہ دینے کے کام آتا تھا۔ اس لئے کشتوں کو جہازوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر بڑھ جانے اور آمد و رفت ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ قابلِ ذکر ایک مقام ہے۔"

احمد آباد:

احمد آباد، گجرات کا صدر مقام تھا۔ ہر سال وہاں آگرہ سے "بڑی مقدار میں چیزیں بھیجی جاتی تھیں۔ مثلاً پٹنہ کی ریشم سے وہاں زیادہ تر مخمل، ساٹن (اطلس) اور مختلف النوع عجیب و غریب کپڑے بُنے جاتے تھے۔" ریشمی اور طلائی مخلوط ڈوروں کی وہاں قالینیں اور دریاں بنی جاتی تھیں۔ بنگال سے یہاں درآمد کرنے والی چیزوں میں ایک سدابہار خوشبودار بوٹی، ہینگ، لاتعداد دوائیں، سلن، ململ اور کھانڈ شامل تھیں۔ لاہور اور کشمیر سے شالیں، مالابار سے ناریل، پگڑیاں، کمر بند، مخملی پٹکے، قسم قسم کے اطلسی کپڑے، جو جڑاؤ ہوتے تھے اور ان میں پھول بنے ہوتے تھے یا سادہ ہوتے تھے۔ یورپی سامانوں میں ادنیٰ سامان، سیسہ، ٹین، خالص چاندی، مسالے، لونگیں، سیندور، جائفل، مکا، صندل کی لکڑی وغیرہ شامل تھے۔ ہندو عورتوں کے لئے کپڑے بنگال اور مشرقی صوبوں سے وہاں درآمد کئے جاتے تھے۔ وہاں کے لوگ اوڑھنیاں درآمد کرتے تھے جن پر بڑی فنکاری سے طلائی ڈوروں سے بیل بوٹے کی کشیدہ کاری کا کام ہوتا تھا۔

کمبیات:

تقریباً" پوری طرح سے یہاں کی تجارت ختم ہو چکی تھی۔ اس سے قبل ہر سال یہاں تین قافلے آیا کرتے تھے۔ راس نے لکھا ہے کہ" اس زوال کی وجہ سے نہ صرف پرتگالی ہیں لعنت ملامت کرتے ہیں بلکہ ہندو اور مسلمان بھی ہمیں اس زوال کے لئے موردِ الزام ٹھہراتے ہیں۔"

بروچ:

سورت سے "بڑی علاقے کی سمت" یہ شہر بیس کوس کی دوری پر واقع تھا۔ یہ چھوٹا سا ایک قصبہ تھا۔" لیکن بڑے شاندار طریقے سے اوسط درجے کی بلندی پر آباد تھا۔" اس قصبے کے چاروں طرف سفید پتھروں کی ایک فصیل بنی ہوئی تھی۔" ایک شہر کے مقابلے میں یہ ایک قلعہ معلوم ہو رہا تھا۔ اس کا پھیلاؤ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تقریباً ایک کوس تھا۔ اور تھوڑی دور سے بہت خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔" دوسرے قصبات کے مقابلے میں یہاں کی آب وہوا زیادہ اچھی اور پسندیدہ تھی۔" اس کے کنارے سے نربدا ندی بہتی تھی "بنا ہوا کپڑا یہاں کی مخصوص صنعت تھی۔ موزمبک، موچا اور جادا کے لئے یہاں مشہور ترین تافتے اور دوسرے قسم کے سوتی کپڑے بُنے جاتے تھے۔ اور مقامی استعمال کے لئے خریدے یا بیچے جانے والی تمام چیزوں پر ۲½ فیصدی کی شرح سے محصول وصول کیا جاتا تھا۔" ہر قسم کی تجارتی چیزوں پر "محصول کا تخمینا شہر کے قاضی کے اندازے کی بنیاد پر لگایا جاتا تھا۔ اس شہر کے بسنے والے زیادہ تر دستکار اور غریب لوگ تھے۔

برہانپور :

آگرہ سے جنوبی سمت تین کوس اور سورت سے شمالی سمت ایک سو بچاس کوس کی دوری پر واقع تھا۔ یہ "بہت بڑا کھلا" ہوا شہر تھا۔ کسی زمانے میں اس شہر کے چاروں طرف فصیل نہیں تھی لیکن لشکر خاں نے پتھر کی ایک فصیل بنوادی تھی جس میں بہت سی برجیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس مصنف کے اندازے کے مطابق اس فصیل کی لمبائی "بارہ کوس یا اس سے کچھ زیادہ تھی۔" تاپتی ندی جو اس کے کنارے سے بہتی تھی اس میں کثرت سے پتھر اور چٹانیں پائی جاتی تھیں۔ (جاری ہے)

قارئین سے معذرت

برہان کے جنوری ۹۵ء کے شمارے میں صفحہ ۳۰ کی جگہ ۳۱ چھپ گیا ہے اور ۳۱ کی جگہ ۳۰۔ قارئین کو صحیح ترتیب سے پڑھنے میں جو دقت پیش آئی ہوگی اس پر ہم معذرت خواہ ہیں۔ نیز صفحہ ۸ پر ذہن کی ورزش انعامی مقابلہ ۳ کی جگہ ۲ پڑھیں۔ (ادارہ)

ٹوکن انعامی مقابلہ ۳

نام ________________

مکمل پتہ ________________

____

انچارج "ذہن کی ورزش انعامی مقابلہ" دفتر "برہان" اردو بازار جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

© rasailojaraid.com